پارلیمنٹ کی بالادستی یا اسلام کی

دفعہ ۱، دفعہ ۲۲۴ شق ۲ میں اہم ترین خرابی یہ تھی کہ اس حصہ کو دیگر قوانین کی طرح عدالتِ عالیہ میں لیجانے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا اس کے بارہ میں قائد شریعت مولانا عبدالحق رح نے ترمیم ۱۶۵۳ اس طرح پیش کی کہ دفعہ ۲۲۷ کی شق ۲ کو اس طرح بدل دیا جائے کہ کسی قانون کے بارے میں جب یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق نہیں ہے تو اس کی سماعت کا اختیار سپریم کورٹ کے ایک خصوصی بنچ کو ہوگا اور ان کے لیے وہی شرائط ہوں گی جو دفعہ ۲۲۸ کے ذیل ۳ میں اسلامی کونسل کے ارکان کے لیے مقرر کی گئی ہیں۔ ترمیم ۱۶۵۱ بھی اس کے ضمن میں تھی جو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح اور مولانا مفتی محمود رح کی مشترکہ تھی۔

اس اہم ترمیم کے بغیر اسلامی قانون سازی کی ضمانت مشکل تھی۔ اس کے جواب میں سرکاری پارٹی وزیر قانون یہاں تک کہ بھٹو صاحب تک بہ کہہ کر جان خلاصی کرتے رہے کہ اس طرح تو اسلامی کونسل یا عدالت عالیہ کو پارلیمنٹ پر بالادستی حاصل ہو جائے گی۔ جو جمہوریت کے منافی بات ہے۔ ایوان کے اہل علم حضرات حزب اختلاف کے زعماء نے پہلی خواندگی کے دوران اس کا مدلل جواب دیا اور کہا گیا کہ جب پارلیمنٹ کو بنیادی حقوق اور دیگر بہت سے جمہوری تقاضوں پر مبنی دفعات میں بالادستی نہیں دی جا رہی اور عدالت عالیہ ان دفعات کے منافی کسی قانون کالعدم کرا سکتی ہے تو آخر کسی قانون کی اسلامی حیثیت متعین کرانے سے جو ایک مسلمان کے لئے تمام حقوق سے بڑھ کر بنیادی حق ہے۔ پارلیمنٹ کی بالادستی کیوں مجروح ہو جاتی ہے اور اگر ایسا ہوتا بھی ہے تو اسلام کو قوت حاکمہ کے طور پر تسلیم کر لینے کا یہ منطقی تقاضا ہے تو بالادستی کے استدلال سے اسلامی قانون سازی پر چھری پھیرنا کیوں ضروری ہو جاتا ہے۔ پھر صدر بھٹو اور اکثریتی پارٹی کو یقیناً معلوم ہے کہ کسی وفاقی آئین میں ہر قانون ساز ادارہ کسی چوکھٹے "لیگل فریم ورک" کے اندر رہ کر کام کرتا ہے۔ موجودہ اسمبلیاں بھی ایک چوکھٹے کو سامنے رکھ کر منتخب ہوئی ہیں۔

آئین بذات خود کسی قانون ساز ادارے کے اختیارات کی حدود کا تعین کرتا ہے کہ ان حدود کے اندر رہ کر قانون بنانے کے اختیارات حاصل ہوں گے۔ بنیادی اور جائز وناجائز کی تمیز کئے بغیر حاکمیت مطلقہ کی تو لادینی جمہوریت میں بھی گنجائش نہیں نہ کسی ایوان کو ایسی کھلی چھوٹ دی گئی ہے بلکہ کسی اسٹیٹ کے اساسی نظریات کی حدود میں رہ کر کام کرنا پڑتا ہے۔ تو جہاں اسلام سٹیٹ کا سرکاری مذہب ہو اور قرآن و سنت پر مبنی قانون سازی کو لازمی سمجھا گیا ہو تو کسی قدغن لگائے بغیر بے لگام جمہوریت کو اسلامی احکام وحدود کو روندنے کی کب اجازت دی جا سکتی ہے۔ جمہوریت کو سیاست کہنے کے ساتھ ساتھ اسلام کو اپنا دین سمجھنے کا مقصد پھر کیا رہ جاتا ہے اور پھر اسلام کسی سٹیٹ کا سرکاری مذہب آخر کیسے بن سکتا ہے۔ دراصل مغرب کی لادینی جمہوریت کو اسلام کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ قانون اور آئین بنانے کا حق صرف مخلوق کے خالق کو ہے فیصلہ کا مدار اہلیت وصلاحیت ہے۔ اکثریت یا اقلیت پر نہیں۔ ہم "جمہوریت" سے وابستگی جتنی بھی لازمی کیوں نہ سمجھیں اسے اسلام کے تصور حکومت اور نظام خلافت کے تابع کرنا لازمی ہوگا۔ جس طرح سوشلزم

ایک کافرانہ مادی نظام ہے۔ مگر جو لوگ اس کا نعرہ لگانا چاہتے ہوں وہ بھی مجبوراً اسے مساواتِ محمدی کا عکاس بنانا اور اس کا "اسلامیانہ" ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن جمہوریت مادر پدر آزاد کی شکل میں تمام اسلامی قیودات اور حدود سے کھلا رکھ کر نظام سیاست اور نظام تمدن بنانا کتنا خطرناک عمل ہے۔ اس کا اندازہ جمہوریت کی مالا جپنے والوں کو موجودہ دستور سازی سے ہو چکا ہوگا کہ اسلام اس جمہوریت کے ہاتھوں کتنا بے بس ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات اس بارہ میں صاف اور بالکل واضح ہیں کہ کسی قانونی اور ملکی مسئلہ یا کسی بھی معاملہ میں باہمی نزاع اور اختلاف کی شکل میں اس کا آخری فیصلہ کرانا اور اس کی دینی اور اسلامی حیثیت متعین کرانا خدا اور رسول کا کام ہے۔ فَاِن تنازعتم فی شیئٍ فردوہ الی اللہ والرسول۔ ایسے متنازعہ امور میں جس کا فریق اولوالامر انتظامیہ اور حکومت ہی کیوں نہ ہو۔ فیصلہ خدا اور رسول سے کرایا جائے گا۔ مگر کیا ہم ایسے امور خود خدا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا اور نہ رسول کی وفات کے بعد ہم ان کی ذات سے فیصلہ کرا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن کا یہ مقصد نہیں ہو سکتا تو واضح ہے

کہ ایک تیسرا ادارہ ایسا ہونا چاہیئے، جو کتاب و سنت اور تعلیمات خدا اور رسولؐ سے آگاہی رکھتے ہوئے اپنی قوت فیصلہ کے ذریعے اس تنازعہ کو ختم کرا سکے۔ اس ادارہ کے ارکان متبحر عالم، راسخ العقیدہ مومن خدا ترس اور دیانت دار ہوں گے اور ان کی بالادستی کتاب و سنت کی بالادستی ہو گی نہ کہ ایوان کی۔ یہ حاکمیت کی نفی نہیں ہو گی کہ ایسی کوئی حاکمیت کسی کو حاصل ہی نہیں (اور جس کا اعتراف قرارداد مقاصد کے ایک ترمیم کی شکل میں مزید شور و زور سے کیا گیا) یہاں معیار بھی صلاحیت اور اہلیت ہے اور اسے پیشوائیت اور پاپائیت سمجھنا حقائق مسخ کرنا ہے۔ اس اہلیت کا راستہ اسلام نے ہر فرد کے لیے کھلا رکھا ہے۔ یہ کسی قوم، نسل، گروہ یا طبقہ کی اجارہ داری نہ ہو گی۔ علم، فن اور اہلیت کی اجارہ داری ہو گی۔ جسے زندگی کے تمام دیگر فنی اور علمی شعبوں میں ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ انجینئروں سے کاریگروں، ڈاکٹروں، وکیلوں، سائنسدانوں کا اس طرح ترجیحی استحقاق تو یہ سے اجارہ داری نہیں سمجھتے۔ مگر ایک اسلام ایسا ہے کہ جس کے بارے میں آپ کسی بھی اہلیت اور استعداد کے روادار نہ ہوں تو اس سے بڑھ کر اسلام پر اور کوئی ظلم کیا ہو سکتا ہے۔ بہر حال اسلام میں حاکمیت صرف خدا، رسول اور اس کی تعلیمات کو ہے نہ کہ کسی عوامی ہڑلونگ اور اکثریت کو۔ ارشاد ربانی ہے۔

لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبتک کثرة الخبیث

دوسری جگہ مزید وضاحت سے کہا اور اکثریت کی قلعی کھول دی :۔

وَاِن الحکم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوائہم تا ان کثیراً من الناس لفاسقون ۔

بہر حال دفعہ ۲۲۷ کو مؤثر بنانے کے لیے ہمیں ایک تیسرے ادارے کو فیصلہ کرنے کا حق دینا ہوگا۔ اگر وہ اسلامی کونسل ہے تو اس کے اختیارات بالادستی شرائط کا پورا لحاظ رکھنا ہوگا۔ اور اگر وہ ایسا نہ ہو تو سپریم کورٹ کے ایسے ججوں کو یہ حق دینا ہوگا جو کتاب و سنت پر مبنی کسی قانونی حیثیت کا فیصلہ کرانے کی اہلیت رکھتے ہوں مگر بحث اور استدلال کے جتنے پہلو سامنے آتے کسی کو درخور اعتنا نہ سمجھا گیا۔ نہ آخری وقت میں بھی یہ اہم ترین ترمیم منظور ہو سکی اور یہ اس پارلیمنٹ کی جمہوری بالادستی کے نام پر ہوا۔ جیسے مالیات بجٹ ایکشن اور دیگر بے شمار عام دنیوی امور میں بھی لولے لنگڑی ترامیم بنائی جاتی رہیں۔ لیکن یہ وہ بنیادی خرابی ہے جس کی اصلاح کیئے بغیر آئین کبھی بھی اسلامی قانون سازی کو مؤثر ضمانت نہیں دے سکتا۔

دوسری خامی (پارلیمنٹ کو کونسل کے مشورے کا پابند نہ بنانے کا) کے ازالہ کے لیئے مولانا عبدالحقؒ نے ترمیم ۱۶۹ میں کہا تھا کہ پارلیمنٹ اور اسمبلی رپورٹ آنے پر اس کی متابعت میں قوانین وضع کرے، اور مولانا مفتی محمودؒ اور مولانا عبدالحقؒ کی ترامیم ۱۷۰ میں بھی اس کی تابع ہو کر قانون سازی پر زور دیا گیا تھا۔ یہ اہم ترامیم بھی آئین میں جگہ نہ پا سکیں ۔

کتابت اور تدوین حدیث

تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

جس میں کتابت حدیث کی شرعی حیثیت و اہمیت،

ابتدائی مراحل، عہد رسالتؐ اور عہد صحابہؓ میں تحریری کام، کتابت حدیث کا اہتمام، کاتبین وحی، سرکاری دستاویزات، سب سے پہلا تحریری دستور مملکت، تدوین حدیث کی منظم اور باضابطہ کوششوں کے علاوہ موضوع سے متعلق دیگر کئی ایک اہم عنوانات پر جامع اور مستند مباحث شامل ہیں۔

قیمت -/۱۰ روپے

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور